اسلامی مالیاتی اداروں میں بیع صرف کی معاصر تطبیقات کا شرعی جائزہ

Shariah Analysis of Contemporary Applications of *Bay' al-Sarf* in Islamic Financial Institutions

Hafiz Moazzum Shah
Lecturer Shariah Department, Allama Iqbal Open University Islamabad
smoazzum@gmail.com
Syed Yasir Ali
Lecturer Arabic Department, NUML, Islamabad
Syedyasir.ali21@yahoo.com

ABSTRACT

Trading in currencies is a type of permissible sale contracts. Its legitimacy is proved by Quran and Sunnah. There are some special rules and regulations set by shariah for this type of sale, like taking possession on spot and if counter values are of the same currency they must be of equal amount. However the contemporary applications of this contract, especially in Islamic financial institutions, need to be investigated to come up with solutions faced by these institutions. The purpose of this research article is to explain the shariah ruling related to trading in currencies by discussing the modern practices being applied by Islamic financial institutions. This article proceeds with an introduction of Surf contract. The second part will discuss the contemporary applications in modern Islamic financial institutions. This discussion includes the legitimacy of agency in trading of currencies, use of modern means of communication for currency trading, bilateral promise to purchase and sell currencies, exchange of currencies that are debt owed by the parties, combination of currency exchange and transfer of money and some forms of dealing in currencies through institutions. The last part explains the findings of this discussion on the topic.

Keywords: exchange, counter values, trading of currencies, debt, permissible

عقد صرف خرید و فروخت سے متعلق ایک اہم عقد ہے۔اور دنیا میں جدید کرنسیوں کے ایجاد اور تجارتی بنیادوں پر اس کے وسیع پیمانے خرید وفروخت کے نتیجے میں اس عقد کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہوگئی کہ اس کی نت نئی اور پیچیدہ صورتیں سامنے آرہی ہیں۔ دوسری طرف اس عقد کے کچھ خاص قواعد وضوابط ہیں جو اس کو خرید وفروخت کی دیگر صورتوں سے ممتاز کرتی ہے اور ان شروط کا لحاظ رکھنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اگر ان کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے سود کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ عصر حاضر میں اسلامی مالیاتی اداروں میں جاری عقد صرف کی صورتوں کا جائزہ لیا جائے اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کے جواز اور عدم جواز کا حکم متعین کیا جائے۔

ذیل میں عقد صرف کے ابتدائی تعارف اور شروط کے بعد ان معاصر مسائل پر بحث کی گئی ہے جو عقد صرف سے متعلق ہیں۔

عقد الصرف:لغة: ''رَدُّالشَّيئِ عَن وَ وجهه''۔ صَرَ فَه يَصرِ فه صَرفا۔[1]

اس کا معنی ہے کسی چیز کا رخ پھیرنا۔

''صَرَفتُه عَن وَجهه صَرفاً''- باب ضَرَبَ - س ے''و صَرفتُ الاجيرَ اوِالصَّبيَّ- خَلَّيتُ سَبِيلَه- وَصَرفتُ المَاَلَ اى اَنفَقته''-[2]

صاحب ردّالمحتار کہتے ہیں۔الصرفُ لغة:اَلزِّيَادة۔[3]

بیع صرف کی اصطلاحی تعریف

صاحب بدائع الصنائع کہتے ہیں۔فَا لصَّرفُ فِي مُتعارِ فِ الشَّرعِ اسمٌ لِبَيعِ الأَثمَانِ المطلَقة بَعضِها بِبَعضٍ وهوَ بَيعُ الذَّهبِ بِالذَّهبِ وَالفِضَّة بِالفِضَّة وَاَحَدِ الجِنسَينِ بِالأٰخَرِ۔[4]

"عرف شریعت میں "صرف" ایک ایسی بیع کا نام ہے جس میں دونوں طرف اثمان مطلقہ ہوں اس طرح کہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ ،چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ ،ایک جنس کی بیع دوسرے جنس کے ساتھ"

علامہ بہوتی حنبلی کے عقد صرف کی تعریف یہ ہے۔

المصارَفَة هي بيعُ نقدبنقدٍ۔5

مصارفہ زر کے مقابلے میں زر کی خرید وفروخت کو کہتے ہیں۔خواہ جنس ایک ہی ہو یا مختلف ہو۔

عقد صرف کی شرائط

مجلس عقد میں قبضہ: عقدِ صرف میں عوضین پر مجلس میں ہی قبضہ قبل التفرق ضروری ہے۔ بیع صرف کی تمام شکلوں اور تمام صورتوں میں تقابض فی العقد ضروری ہے۔ اس کی دلیل

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذهبِ اِلاّ مثلاً بِمثلٍ ولا تُشِفُّوا بعضها علىٰ بعضٍ ولا تبيعوا الوَرِقَ بالوَرِقِ الاّ مثلا بمثلٍ ولاتُشِفُّوا بعضها على بعضٍ ولا تبيعُوا منها غائباً بِناجِزٍ۔[6]

(سونے کو سونے کے عوض برابر سرابر بیچو اور چاندی کو چاندی کے عوض برابر سرابر بیچو اور اس میں کمی زیادتی مت کرو اور نہ ان میں سے کوئی نقد چیز ادھار کے عوض فروخت کرو۔)

برابری: دوسری شرط مساوات کی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ طرفین میں اگر جنس ایک ہو یعنی سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کیا جارہا ہو تو اس صورت میں بھی تساوی ضروری ہے۔ اس کی دلیل جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں گزر چکا۔

نیز امام مسلم نے حضرت عثمان بن عفان کی روایت نقل کی ہے: انّ رَسُولَ الله ☐ قَالَ: لا تبيعُوا الدّينار بِالدّينارينِ ولاالدّرهَم بالدّرهمَينِ۔[7]

"حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دینار کو دو دینا کے بدلے اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلے مت بیچو"

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سونے اور سونے، چاندی اور چاندی یا سونے اور چاندی چاہے یہ کسی بھی حالت میں ہوں ان میں آپس کی تبادلہ کی صورت میں اگر جنس ایک ہو تو تساوی ضروری ہے۔

(۳) خیارِ شرط نہ ہو: عقدِ صرف کی تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں خیار شرط نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار شرط ثبوت ملک سے مانع ہے۔ جبکہ عقد صرف کا تقاضا یہ ہے کہ فوراً عقد کی تکمیل ہو جائے۔ اور اگر خیار کو ثابت کیا جائے تو تفرق عاقدین کی وجہ سے تقابض فوت ہو جائے گا۔[8]

(۴) تاجیل نہ ہو: عقدِ صرف کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس میں اجل نہ ہو۔ یعنی کسی ایک طرف سے ادھار نہ ہو۔ جب تقابض کی شرط ذکر کر دی گئی تو تاجیل کا عقد میں نہ ہونا تقابض کی شرط کو مستلزم ہے۔ تاہم اہمیت کے پیش نظر اس شرط کا الگ سے ذکر کیا گیا۔

عقد صرف کی معاصر تطبیقات

عقد صرف میں توکیل

عقد صرف میں توکیل درست ہے کیونکہ ہر اس کام میں توکیل درست ہے جس کو اصیل کے لئے خود کرنا درست ہو۔یہ ایک عمومی قاعدہ ہے۔عقد صرف میں توکیل جائز ہے چنانچہ ہدایہ میں محفوظ بن احمد بن الحسن حنبلیؒ لکھتے ہیں:

وتَصِحُّ في حُقُوقِ الآدَمِيينَ مِنَ العُقُوْدِ والفُسُوْخِ والعِتَاقِ والطَّلاَقِ والرَّجْعَةِ وإِثْبَاتِ الْحُقُوقِ واسْتِيْفَائِهَا والإِقْرَارِ والإِبْرَاءِ وفي تَمْلِيْكِ الْمُبَاحَاتِ مِنَ الصَّيْدِ والْحَشِيْشِ والْمَاءِ۔[9]

"اور (توکیل) انسانوں کے حقوق (مثلا) عقود، فسخ عقود، عتاق، طلاق، رجوع، حقوق کے اثبات اور وصولی ،اقرار، حق سے بری کرنا مباحات کا مالک بنانا (مثلا) شکار کیلیے گھاس اور پانی (لانے) کیلیے میں درست ہے۔"

توکیل بالقبض والتسلیم بھی درست ہے یا صرف قبضہ کے لیئے توکیل بھی درست ہے اور صرف تسلیم کے لیے بھی درست ہے۔

تاہم اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جو قاعدہ ہے چاہے اصیل ہو یا وکیل اس کے مجلس سے جانے سے پہلے پہلے قبضہ ہو جائے۔

عقد صرف کے انعقاد میں جدید آلات کے ذریعے ایجاب وقبول :

عقد صرف کے انعقاد میں ایجاب وقبول کا جدید آلات کے ذریعے طے پانا اگر بیع اور ایجاب کے دوران متعاقدین ایک دوسرے سے دور ہوں تب بھی عقد وجود میں آجاتا ہے۔یعنی اگر کتابت کے ذریعے ہو یا ایک پیغام رساں کے ذریعے ہو۔الدر المختار میں ہے:

(وَلَا يَتَوَقَّفُ شَطْرُ الْعَقْدِ فِيهِ) أَيْ الْبَيْعِ (عَلَى قَبُولِ غَائِبٍ) فَلَوْ قَالَ بِعْتُ فُلَانًا الْغَائِبَ فَبَلَّغَهُ فَقَبِلَ لَمْ يَنْعَقِدْ (اتِّفَاقًا) إلَّا إذَا كَانَ بِكِتَابَةٍ أَوْ رِسَالَةٍ فَيُعْتَبَرُ مَجْلِسُ بُلُوغِهَا بلوغها"[10]

"اور بیع میں عقد کا ایک حصہ قبول غائب پر موقوف نہیں ہو گا۔پس اگر اس نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کو کوئی چیز بیچی پھر اس نے اس کو اپنے اس ایجاب کا بتادیا اور اس نے قبول کر لیا تو بیع بالاتفاق منعقد نہیں ہو گی۔ اِلا یہ کہ یہ ایجاب لکھ کر یا پیغام کے ذریعے ہو تو پھر اس میں قبول کرنے والے کی مجلس کا اعتبار ہو گا۔(اگر مجلس میں قبول کرلے تو بیع منعقد ہو جائے گی۔"

ایمیل E.mail اور موبائل وغیرہ کے ذریعے پیغام بھیجنا:

لہذا فیکس اور اس سے مشابہ دیگر چیزوں کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ جہاں تک ٹیلیفون کی بات ہے تو اس کے ذریعے بھی بیع جائز ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آمنے سامنے ہو کیونکہ بائع اور مشتری اگر ایک دوسرے کی آواز سن رہے ہوں تو ایک دوسرے کو دیکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"لَوتَنَادَيَا وَهُمَا مُتبَاعِدَانِ وَ تَبَايَعا صَحَّ البَيعُ بِلَاخِلَافٍ"[11]

"اگر بائع اور مشتری نے ایک دوسرے کو پکارا اور وہ ایک دوسرے سے دور تھے تو پھر بیع بلا خلاف ٹھیک ہو گی"۔

تاہم عقد صرف میں صرف ایجاب و قبول کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے تقابض فی المجلس ضروری ہے اس وجہ سے جدید آلات کے ذریعے اگر ایجاب و قبول عقد صرف کے انعقاد کے لیئے کیا گیا تو اس میں ہر ایک کے وکیل کے ذریعے تقابض فی المجلس ضروری ہو گا اسی طرح بنک کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک اپنے اس اکاؤنٹ کے ذریعے عقد کرے جس میں دونوں کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم موجود ہو جس پر عقد صرف کیا گیا ہے۔ پس اس میں تقابض حقیقی یا حکمی کا پایا جانا ضروری ہے۔

کرنسی کی بیع وشراء میں طرفین سے وعدہ:

کرنسی کی خرید وفروخت میں طرفین سے وعدہ کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زید عمرو کے ساتھ وعدہ کرتا ہے آج سے دو مہینے بعد عمرو سے ۱۰۰ ڈالر خریدے گا اور عمرو اس کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کو بیچے گا۔ یہ تو مواعدہ کی صورت ہوتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ دوسری صورت بیع وشراء موازی کی ہوتی ہے کہ زید عمرو سے مستقبل کی تاریخ میں ۵۰ ڈالر خریدنے کا عقد کرتا ہے اور پھر وہی ڈالر اس کو یا کسی اور کو مستقبل میں بیچنے کا عقد کرتا ہے اگر اسی کو بیچنے کا عقد کرتا ہے تو یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں صفقة فی صفقة والی صورت آتی ہے کہ ایک عقد صرف میں دوسرے عقد صرف کی شرط لگا دی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اور اگر کسی اور کو بیچنے کا عقد کرتا ہے تو بھی ناجائز ہے کہ دونوں طرف عقد کر لیا اور کرنسی جو خرید یا بیچی جا رہی ہے اس کا تسلیم و تقابض نہیں پایا گیا۔ پس اگر یہ طرفین سے مواعدہ کی صورت میں تب بھی ناجائز ہے جبکہ اوپر بیان ہو چکا اور عقد کی صورت میں ہو تو پھر تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

لہذا کرنسیوں کے تبادلے میں متعاقدین کا آپس میں ایک دوسرے سے وعدہ بیع کرنا اس طور سے کہ پھر اس مجلس میں عقد مکمل نہ ہو اور نہ قبضہ پایا جائے جائز نہیں۔

دلیل: اس کی وجہ یہ ہے کہ کرنسیوں کا تبادلہ عقد صرف میں داخل ہے اور جب دونوں طرف وعدہ بیع پایا گیا اور عقد مکمل نہ ہوا تو یہ مواعدہ (طرفین سے وعدہ) عقد تام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ تو گویا یہ ایسا عقد صرف ہو گا جس میں تقابض فی المجلس نہیں پایا جائے گا۔ تاہم یہاں پر وعدہ سے مراد وہ وعدہ ہے جو طرفین پر لازم ہو کیونکہ وعدہ ملزمہ ہو گا تو وہ عقد کے مشابہ ہو گا۔

ہاں البتہ اگر وعدہ ایک طرف سے ہو تو چاہے ملزمہ ہو یا غیر ملزمہ ہو دونوں صورتوں یہ جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وعدہ عقد کے مشابہ نہیں۔ چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے اپنے پانچویں اجلاس میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

ثالثا: المواعَدَہ وَھِیَ اللّتِی تَصدُرُ مِنَ الطَّرَفَینِ تَجُوزُ فِی بَیعِ المرَابحَہ بِشرطِ الخِیَارِ لِلمُتَوَاعِدَینِ کِلَیھِمَا اَو اِحدٰھُما فَاِن لَم یَکُن ھُنَاکَ خِیارٌ فَاِنَّھَا لَاتَجُوزُ لِاَنَّ المواعَدَہَ الملزِمَۃ فِی بَیعِ المرَابحَہِ تشبہُ البیعَ بِنَفسِہ حَیثُ یُشتَرَطُ عِندَ ئِذٍ اَن یکُونَ البَائِعُ مَالِکًا لِلمَبِیعِ حَتّٰی لَا تَکُونَ ھُناکَ مُخَالَفَۃٌ- نَھیٰ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ عَن بَیعِ الِانسَانِ مَا لَیسَ عِندَہُ-12

طرفین سے بیع مرابحہ میں وعدہ جائز ہے جبکہ طرفین کے لئے خیار ہو (یعنی ملزمہ وعدہ نہ ہو) یا (متعاقدین میں سے) کسی ایک کے لئے خیار ہو اگر کسی ایک کے لئے بھی خیار نہ ہو پس ایسا مواعدہ جائز نہیں کیونکہ طرفین کی طرف سے وعدہ ملزمہ بیع مرابحہ میں یہ (حقیقی) بیع کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس صورت میں بائع (کے لئے مبیع) کا مالک ہونا ضروری ہو گا۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نہی کی مخالفت لازم نہ ہو جس میں انہوں نے اس چیز کے بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس نہ ہو۔

ایضاح المسالک میں ہے:

القاعدہ الخامسة و الستون: اَلاَصلُ مَنعُ المواعَدَۃ بِمَا لَا یَصِحّ وُقُوعُہ فِی الحَالِ حِمایَۃ وَمِن ثَمَّ مَنَعَ مَالِکٌ المواعَدَۃَ فِی العدۃِ وعَلی بَیعِ الطَّعَامِ قَبلَ قَبضِہ وَوَقتَ نِدَا الجُمعَۃِ وَعَلی مَا لَیسَ عِندَکَ وَفی الصَّرفِ مَشھورُہ المنع وَثَالِثُہ ا الکراھۃ وَشھرت ایضا لجوازہ فی الحَالِ وَشُبِھت بِعَقدٍ فِیہ تَاخِیرٌ۔[13]

"پینسٹھواں قاعدہ: اصل یہ ہے کہ اس (عقد) کا طرفین سے وعدہ سدا للذیعہ درست نہیں ہے جس کا فوری انعقاد (کسی شرط کے پوری نہ ہونے کی وجہ سے) جائز نہ ہو اور اسی وجہ سے امام مالک نے عدت میں، کھانے کو قبل القبض یا آذان جمعہ کے وقت فروخت کرنے اور جو چیز پاس نہ ہو اس میں طرفین سے وعدہ ناجائز قرار دیا

ہے۔اور عقد صرف میں مشہور قول عدم جواز کا ہے اور تیسرا قول کراہت کا ہے اور یہ قول مشہور اس لیے ہے کہ یہ عقد فی الحال جائز ہے۔اور اس کی مشابہت اس عقد کے ساتھ ہے جس میں تاخیر ہو"۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دوطرفہ وعدہ چونکہ عقد کے مشابہ ہے لہذا ان عقود میں جائز نہیں ہو گا جن کا فی الحال وجود میں آنا لازم ہو مثلا دوطرفہ وعدہ بیع جس میں بیع مستقبل میں واقع ہو وغیرہ۔کیونکہ اس میں ابھی بائع کی ملکیت میں نہیں آئی ہوتی۔

تاہم بعض علما کی رائے یہ ہے کہ دوطرفہ وعدہ قضالازم ہو جاتا ہے۔

اور فتاوی ہندیہ میں ہے۔:وَاِن ذَکَرَ االبَیعَ مِن غَیرِ شَرطٍ ثُمَّ ذَکَرَا الشَّرطَ عَلیٰ وَجه المؤَاعَدةِ جَازَ البَیعُ وَیَلزَمُ الوَفَاءُ بِالوَعدِ کَذَا فِی فَتَاوٰی قَاضِی خَان ۔[14]

"اگر دونوں نے بیع بغیر شرط کے کی اور پھر شرط کا ذکر بطور وعدہ کے کیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور وعدہ پورا کرنا لازم ہو گا"۔

اور شرح المجلۃ میں علامہ خالد الاتاسی لکھتے ہیں:وَاِن ذَکَرَاالبَیعَ مِن غَیرِ شَرطٍ ثُمَّ ذَکَرَاالشَّرطَ عَلیٰ وَجه المؤَاعَدَة فَالبَیعُ جَائِزٌ وَیَلزِمُ الوَفَا بِالوَعدِ لِاَنَّ المؤَاعِیدَ قَد تَکُونُ لَازِمَة فَتُجعَلُ لَازِمَة لِحَاجَة النَّاسِ[15]

"اگر دونوں نے بیع بغیر شرط کے کی اور پھر شرط کا ذکر بطور وعدہ کے کیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور وعدہ پورا کرنا لازم ہو گا۔اس لیئے کہ وعدے کبھی کبھی لازم ہو جاتے ہیں لہذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر اس کو لازم قرار دیا جائے گا"۔

مندرجہ بالا عبارات میں یہ بات مذکور ہے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں نے بیع کا ذکر کیا بغیر شرط کے محض مواعدہ کے طور پر تو بیع جائز ہو گی اور اس کے ذمے وعدہ کو پورا کرنا لازم ہو گا۔۔اس لئے کہ وعدے کبھی کبھار لازم (قرار دئے جاتے) ہیں۔پس لوگوں کے ضرورت کے پیش نظر اس کو لازم قرار دیا جائے گا۔

تاہم غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دوسرے حضرات کا مؤقف اس سلسلے میں زیادہ مضبوط ہے کہ کیونکہ معاملہ اجتہادی ہے تو پھر اس میں لوگوں کی ضرورت اور حاجت کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے۔

چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:وَلٰکِنَّ رُبما تَمُسُّ الحَاجةُ الیٰ مواعَدَة مُلزِمة للطّرَفَینِ وَخاصّة فِی التِّجارةالدُّوَلِیةِ وَ اتّفاقِیَات التّورِیدِ ۔[16]

لیکن طرفین کے درمیان کبھی کبھی وعدہ ملزمہ کی ضرورت پیش آسکتی ہے خاص کر کہ عالمی تجارت میں Supply Arrangement میں۔

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وعدہ ملزمہ بین الطرفین کہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ تاہم بیع صرف میں اس کی اجازت اس لئے نہیں دی جاسکتی کہ یہ عقد کے مشابہ ہو جائے گا جبکہ قبضہ فورانہ پائے جانے کی صورت میں یہ عقد صحیح نہیں ہو گا۔

جہاں تک باقی بیوع کا تعلق ہے تو اس میں ضرورت کے پیش نظر وعدہ ملزمہ من الطرفین کی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ تاہم وہ بھی محض وعدہ کی حیثیت سے ہو اور مستقبل میں جب عقود کا وقت آئے تو دوبارہ ایجاب و قبول کے ذریعے عقد بیع کو وجود دیا جائے کیونکہ اس میں شبہ پایا جاتا ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ میں طرفین میں سے کسی کی نقصان سے عوض کی گارنٹی

عقد مشارکہ اور عقد مضاربہ میں طرفین میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو کرنسی کی خرید و فروخت میں نقصان سے بچائے یا نقصان سے عوض کی گارنٹی دے۔ عقد مشارکہ میں طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اس کے لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔ اسی طرح عقد مضاربہ میں مضارب کے ہاتھ میں مال بطور امانت ہونا اس لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔

جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید و فروخت :

جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید و فروخت کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ **مقاصہ**: یعنی زید کے عمرو کے ذمے ۵۰ ڈالر ہیں اور عمرو کے زید کے ذمے ۵۰۰۰ روپے ہیں۔ پس زید اور عمرو آپس میں ایک کوئی قیمت متعین کر لیں اور اس مقدار کا دین (کل یا بعض) دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا ۔ مثلاً اگر وہ اس بات اتفاق کر لیں کہ ایک ڈالر ۱۰۰ روپے کے برابر ہے تو پچاس ڈالر 5000 روپے کے برابر ہونگے لہذا دونوں کے ذمے جو ایک دوسرے پر قرض تھا وہ ختم ہوا۔

2۔ دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے عمرو کے ذمے ۵۰۰ ڈالر ہیں اور زید اور اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ ان ڈالرز کی ادائگی روپوں میں کر دی جائے گی تو یہ بھی جائز ہے۔

مندرجہ بالا صورتیں جائز ہیں کہ ان میں کوئی شرعی محظور لازم نہیں آتا۔ دوسرا اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے۔ جس میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں بقیع میں اونٹ دنانیر کے بدلے بیچتا ہوں، پھر دراہم لیتا ہوں۔ دراہم کے بدلے بیچتا ہوں، دنانیر وصول کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:"اس میں کوئی حرج نہیں، اگر اسی دین کی کرنسی کی قیمت کے حساب سے لو اور تم آپس میں اس حال میں جدا نہ ہو کہ تم دونوں کا ایک دوسرے کے ذمے کچھ ہو"۔[17]

عقد صرف اور حوالہ کا اجتماع:

بنک کے ذریعے اپنے اکاؤنٹ سے کسی اور اکاؤنٹ میں رقم منتقل کرنا جائز ہے اگرچہ جو کرنسی منتقل کرنی مقصود ہو اکاؤنٹ اس کرنسی میں نہ بھی ہو۔ یہ معاملہ عقد صرف اور حوالہ پر مشتمل ہوتا ہے جس میں عقد صرف میں قبضہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے یا حکمی بھی ہو سکتا ہے۔ حکمی قبضہ بنک ڈرافٹ بننے سے ہو جائے گا پھر اس کے بعد حوالہ کا عمل مکمل ہو جائے گا جس میں وہ کرنسی مطلوبہ اکاؤنٹ میں منتقل کر دی جائے گی جو کہ درخواست گزار نے خریدی ہے۔

تاہم یہاں پر بنک کے لئے جائز ہے کہ وہ درخواست گزار سے رقم کی منتقلی کے عوض اجرت طلب کرے ۔ مندرجہ بالا مسئلے کی صورت مسئلہ یوں ہے کہ زید کا حبیب بنک میں روپوں میں اکاؤنٹ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ امریکہ کی کسی کمپنی کو ڈالر میں رقم ادا کرے اس کے لئے وہ بنک کو درخواست لکھتا ہے کہ اتنے ڈالر کے مقدار روپے میرے اکاؤنٹ سے امریکہ میں فلاں بنک فلاں اکاؤنٹ میں ڈالر میں منتقل کر دیں۔ مذکورہ صورت میں دو معاملے ہیں ۔

پہلا معاملہ عقد صرف ہے کہ جس میں درخواست گزار بنک کو پیسے دیتا ہے ڈالر خریدتا ہے اس معاملہ میں قبضہ حکمی پایا جاتا ہے۔ بنک جب رقم کی منتقلی کا ڈرافٹ بناتا ہے تو وہ قبضہ حکمی پر دلالت کرتا ہے یا وہ جو سعر صرف (Exchang Rate) پر اتفاق کر کے بنک کو مستند درخواست کے حوالے کرتا ہے وہی قبضہ حکمی پر دلالت کرتا ہے ۔ چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی کے قرارر میں ہے:

إِذَا كانَ المطْلُوبُ فِي الحَوالَةِ دَفعُهَا بِعُملَةٍ مُغايرَةٍ لِلمَبالغِ المقَدّمةِ مِن طَالبِهَا، فإن العَملية تتَكَوّنُ مِن صَرفٍ وَحَوَالَةٍ بِالمعنٰى المشارِ إليهِ في الفِقرَةِ (أ) ، وَتجري عمليةُ الصّرفِ قَبلَ التّحويلِ، وَذٰلكَ بِتَسليمِ العَميلِ المبلَغَ لِلبنكِ، وَتَقييدِ البنكِ لهُ فِي دَفَاترِهِ بَعدَ الاِتّفَاقِ عَلىٰ سِعرِ الصّرفِ المثبتِ فِي المستَنَدِ المسلمِ لِلعَمِيلِ، ثُمَّ تَجرِي الحَوَالَةُ بِالمعنىٰ المشَارِ إِلَيهِ[18]۔

اگر حوالہ کے ذریعے منتقلی کے لئے مطلوبہ کرنسی اس کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی میں ہو جو کرنسی کی درخواست گزار نے بنک کو دی ہے تو اس صورت میں یہ معاملہ صرف اور حوالہ پر مشتمل ہو گا۔ اس طریقہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور عقد صرف حوالہ سے پہلے جاری ہو گا جب صارف پیسے بنک کے حوالے کر دے گا اور بنک سعر

صرف پر اتفاق کے بعد اس کو اپنے رجسٹر میں ریکارڈ کرلے اور ایک مستند درخواست گزار کے حوالے کردے (اس سارے عمل کے بعد) وہ حوالہ کا عمل ہوگا جس کی طرف اوپر اشارہ کردیا گیا ہے۔

شیخ وہبۃ الزحیلیؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں: وَبناءً عَلیٰ هٰذا يَجِبُ أَن يَتِمَّ عَقدُ الصّرفُ مُنجزاً مَعَ البِنكِ أَو الصَّرَّافِ دُونَ تَأجِيلِ الدَّفعِ، وَهٰذَا يحدثُ فِعلاً؛ لِأَنَّ الصرَّافَ مُستَعِدٌّ لِتَسلِيمِ العِوَضِ فِي مَجلِسِ العَقدِ، وَلٰكِن لَا يَتِمُّ القَبضُ الفِعلِيُّ لِعِوَضٍ أَو بَدل الصّرفِ، وَيَقُومُ مَقَامَهُ قَبضٌ حُكمِيٌّ، لَا يَنقُصُهُ سِوىٰ القَبضِ الصُّورِيِّ وَالإِعَادَة فوراً، ثُمَّ يَعقبُهُ إبرَامُ عقدٍ آخَرَ منفصلٍ وَهُوَ تَحوِيلُ المبلَغِ إِلىٰ بَلَدٍ آخَرَ، وَيَكُونُ ذٰلكَ علىٰ أساسُ عَقدِ القَرضِ، ۔[19]

ترجمہ: اور اس بنیاد پر یہ ضروری ہے کہ بنک یا صرّاف کے ساتھ عقد صرف بغیر تاجیل کے فوراً مکمل ہو اور حقیقت میں یہی ہوتا ہے کیونکہ صراف مجلس عقد میں عوض حوالہ کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے لیکن عوض یا بدل صرف پر (حقیقی) قبضہ نہیں ہوتا اور قبضہ حکمی ہوتا ہے جس میں صرف قبضہ صوری (حقیقی) نہیں ہوتا اور فوری واپسی نہیں ہوتی پھر اس کے بعد ایک اور مستقل عقد ہوتا ہے اور وہ اس رقم کی کسی اور شہر منتقلی کا ہوتا ہے پس یہ معاملہ قرض کے عقد کے تحت ہوتا ہے۔

اشکال: تاہم اس میں ایک اشکال آتا ہے کہ عقد صرف کا معاملہ جب طے پارہا ہو تو اس بنک کے پاس اس وقت کبھی وہ کرنسی موجود نہیں ہوتی جو کہ درخواست گزار اس بنک سے خرید رہا ہو تا مثلاً اگر وہ ڈالر کے بدلہ میں روپے پاکستان بھیجنا چاہتا ہے تو ہوسکتا ہے اس بنک کے پاس اتنے مقدار میں روپے ہوں جو وہی نہ ہوں؟

اس صورت میں عقد صرف میں قبضہ حکمی بھی نہیں آئے گا اور عقد صرف ٹھیک نہ ہوگا۔ اس لئے حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے عقد صرف مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بنک کے پاس وہ کرنسی اتنی مقدار میں موجود ہو جو کہ درخواست گزار خرید رہا ہے۔ تو پھر یہ ٹھیک ہوگا۔ جہاں تک اس کے بعد حوالہ کے معاملے کا تعلق ہے یعنی درخواست گزار اور بنک کا کیا تعلق ہوگا۔ تو شروع میں درخواست گزار بنک کو قرض دے رہا ہوتا ہے اور پھر اس قرض کا احالہ کرتا ہے کسی اور شخص کی طرف۔ یعنی اس شخص کہ طرف جس کو درخواست گزار یہ پیسے پہنچانا چاہتا ہے۔

تاہم اس معاملہ پر دو اور اشکال وارد ہوتے ہیں۔

پہلا اشکال: پہلا اشکال یہ ہے کہ بنک اس عمل پر اجرت وصول کرتا ہے اور وہ گویا کہ ربوٰ ہے کہ بنک کو زیادہ پیسے دیے جاتے ہیں اور وہ آگے مرسل الیہ کو کم دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اضافی رقم کا تعلق اس رقم سے نہیں ہوتا جو بطور قرض دیا گیا۔ بلکہ یہ اضافی رقم اداری امور اور یہ مبلغ وہاں پہنچانے کی اجرت کے طور پر لی جاتی ہے۔ چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانیفقہ البیوع میں لکھتے ہیں:وَلٰكِن افتٰى كَثِيرٌ مِنَ العُلَمَاءِ المعَاصِرِينَ بِجَوَازِهَا عَلىٰ اَسَاسِ اَن العُمُولَةَ الَّتِي تَتَقَاضَاهَاالبَرِيدُ عُمُولَةٌ مُقَابِلَ الاَعمَالِ الإدَارِيَّة مِن دَفعِ الاِستِمَارَةِ وَتَسجِلِ المبَالِغِ وَارسَالِ الاِستِمَارَةِ اَوالبَرقِه وَغَيرِهَا اِلىٰ مَكتَبِ البَرِيدِ فِي بَلَدِ المرسِلِ اِلَيهِ۔[20]

لیکن اکثر معاصر علما نے اس (معاملے) کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس بنیاد پر کہ بنک جو کمیشن لیتا ہے اس مبلغ کے تحویل پر وہ (دراصل فارم دینار قم کو ریکارڈ کرنا اور اس دوسرے آفس میں وہ فارم یاE-mail بھیجنا وغیرہ۔

اور علامہ وہبۃ الزحیلیؒ بھی اس سلسلے میں لکھتے ہیں: وَإن أعطيٰ المبلغَ قَرضاً بِشَرطِ دَفعِه إلىٰ فُلَانٍ فِي بَلَدٍ كَذَا، فَإِن لَم يَقصِد المقرِضُ ضَمَانَ المقتَرِضِ خَطرَ الطَّرِيقِ، جَازَتِ الحَوَالَةُ بِالاِتِّفَاقِ۔[21]

اگر رقم بطور قرض کے دی اس شرط کے ساتھ کہ فلاں شخص کو فلاں شہر میں دے دیں، پس اگر قرض دینے والے کا اس سے مقصود راستے کے خطرے سے حفاظت نہ ہو تو پھر یہ معاملہ جائز ہے۔

دوسرا اشکال: دوسرا اشکال اس پر یہ ہوتا ہے کہ یہ سفتجہ کی صورت ہے جس کو علما نے ناجائز قرار دیا ہے۔ (جس قرض کو دینے والے کا مقصود راستے کے خطرے سے حفاظت ہو) اس کا جواب یہ ہے کہ سفتجہ کا اشکال اس پر اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ اس میں رقم پہنچانی مقصود ہوتی ہے نہ کہ راستے کے خطرے سے حفاظت۔

نوٹ: باحث کے خیال میں اگر اس معاملے کو یوں دیکھ لیا جائے کہ درخواست گزار جب بنک کو قرض دیتا ہے تو بنک اس کا مقروض ہوگا اب جب بنک کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قرض جو آپ کے ذمے ہے یہ فلاں شخص کو دے دو تو بنک اس پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے لیکن وہ یہ شرط لگا رہا ہے کہ اسعمل پر میں اتنا معاوضہ لونگا اور ظاہر ہے کہ یہ رقم اس شخص کو پہنچانا مقترض/ بنک کی ذمہ داری نہیں لہذا اس کا اس پر اجرت لینا جائز ہے۔

پس اس صورت میں اس معاملہ پر نہ اجرت لینے والا اشکال ہوگا اور نہ ہی سفتجہ کی بحث کی ضرورت پڑے گی۔ کہ جس کو بعض علما نے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے مکروہ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مالیاتی اداروں کے ذریعے کرنسیوں کی تجارت :

اس کی درج ذیل مختلف صورتیں ہیں

الف۔ کرنسیوں کی تجارت کی ممنوعہ صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ صارف (Customer) اپنی مملوکہ کرنسی سے زیادہ مقدار میں کرنسیوں کی تجارت کرے۔ اور یہ کرنسیوں کی تجارت کے معاملات چلانے والے ادارے کی جانب سے (قرض کی) مالی سہولت مہیا کرنے کے ذریعے سے ہوتی ہے تاکہ صارف نے جتنی رقم دی ہے اس سے زیادہ کی تجارت کر سکے۔

دوسری ناجائز صورت یہ ہے تاہم مالیاتی ادارے کیلئے کہ وہ صارف یا کسٹمر کو اس شرط پر رقم قرض دے کہ وہ اس رقم سے صرف اسی ادارے کے ساتھ کرنسیوں کی تجارت کریگا۔ اگر یہ شرط نہ لگائے تو پھر ایسا قرض جائز ہے (بشرطیکہ اس میں ربا کی شرط نہ ہو)۔

(ا) جو صورتیں شرعاً ممنوع ہیں ان میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ (اسلامی مالیاتی) اداروں کی طرف سے مالی سہولت کے تحت صارف اپنی ملکیت میں موجود رقم سے زیادہ رقم کی تجارت کرے۔ یعنی صارف نے بنک کو رقم کم دی اور تجارت اس سے زیادہ کرلی۔

پہلی صورت اس لئے ناجائز ہے کہ اس صورت میں صارف وہ چیز بیچتا ہے جس کا وہ مالک نہیں ہوتا۔

چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز (کے خریدنے) کا مطالبہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتا۔ میں وہ چیز بازار سے خریدتا ہوں۔ پھر اس کو بیچ دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو تیرے پاس نہیں وہ مت بیچو۔[22]

ج: دوسری صورت جس میں یہ ہوتا ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارے کے لئے جائز نہیں کہ وہ صارف کو کچھ رقم اس شرط کے ساتھ قرض دے کہ اس رقم سے وہ صارف اسی ادارے کے ساتھ کرنسیوں کی تجارت کرے ۔ بھی جائز نہیں کیونکہ اس سلسلے میں اس حدیث کہ مخالفت ہے جس میں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل قرض جر نفعا فھو ربا:[23]

"ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے پس وہ ربا ہے۔"

اس حدیث میں نفع سے مراد جو نفع شرط ہو یا معروف ہو۔ اس حدیث پر سندی حیثیت سے اگرچہ جرح ہوئی ہے لیکن چونکہ دوسرے روایات و آثار سے اس کہ تائید ہوتی ہے اس لئے یہ حسن لغیرہ ہے۔ چنانچہ مفتی محمد

شفیع اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔" یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔کیونکہ دوسری روایات وآثار سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔بہر حال یہ روایت محدثین کے نزدیک صالح للعمل ہے"۔[24]

نیز جمہور فقہا اور محدثین نے اس حدیث کو بطور اصول کے قبول کیا ہے۔اور یہ تلقی بالقبول بذات خود ایک دلیل ہے۔اور یہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

نتائج بحث

1. عقد صرف میں توکیل درست ہے کیونکہ ہر اس کام میں توکیل درست ہے جس کو اصیل کے لئے خود کرنا درست ہو
2. عقد صرف کے انعقاد میں جدید آلات جیسے موبائل یا ایمیل کے کے ذریعے ایجاب وقبول درست ہے
3. وعدہ ملزمہ بین الطرفین کہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔تاہم بیع صرف میں اس کی اجازت اس لئے نہیں دی جاسکتی کہ یہ عقد کے مشابہ ہوجائے گا جبکہ قبضہ فورا نہ پائے جانے کی صورت میں یہ عقد صحیح نہیں ہوگا۔
4. عقد مشارکہ میں طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اس کے لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔اسی طرح عقد مضاربہ میں مضارب کے ہاتھ میں مال بطور امانت ہونا اس لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔
5. جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید وفروخت مقاصہ کی صورت میں اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہے
6. عقد صرف اور حوالہ کے اجتماع میں جائز صور یہ ہے کہ بنک یا صرّاف کے ساتھ عقد صرف بغیر تاجیل کے فوراً مکمل ہو نیز حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے عقد صرف مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بنک کے پاس وہ کرنسی اتنی مقدار میں موجود ہو جو کہ درخواست گزار خرید رہا ہے۔بینک کا رقم کی ٹرانسفر پر سروسز کی فیس لینا جائز ہے۔

حوالہ جات

---

[1]-ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی (متوفی۔۷۱۱ھ) لسان العرب، مادہ: ص رف۔

2ابو العباس، احمد بن محمد علی الحموی (متوفی۔۷۷۰ھ) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبۃ العلمیّۃ۔بیروت، ۱ : ۳۳۸

3ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفیٰ ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، دارالفکر۔بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1412ھ-1992ء، 5:۲۵۷

4ایضا

5البہوتی، منصور بن یونس الحنبلی (متوفی۔ ۱۰۵۱ھ) کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الکتب العلمیہ، ۳ : ۲۶۶

6القشیری، مسلم بن حجّاج (متوفی۔۔ ۲۶۱ھ) المسند الصحیح المختصر، دار احیا التراث العربی۔۔ بیروت، کتاب المساقاۃ، باب الربا، حدیث نمبر ۱۵۸۴۔

[7] البخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر - 1585

[8] ابن عابدین، ابن عابدین محمد امین بن عمر (متوفی۔۔ ۱۲۵۲ھ) ردّ المحتار علی الدرّ المختار، ۵:۲۵۷

[9] ابو الخطاب، محفوظ بن احمد، الھدایۃعلیمسلکالاماماحمد بنحنبلؒ، موسسۃ غراس للنشر والتوزیع، طبع ۱۴۲۵/ ۲۰۰۴۔ اولی، ص: ۲۷۷۔

[10] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، (المتوفیٰ ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، ۴: ۵۱۲

[11] النووی، محی الدین یحی بن شرف، (۶۷۶ھ)، المجموع شرح المهذب، ۹:۱۸۱

[12] مجمع الفقہ الاسلامی، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ الخامسۃ، العدد: الخامس، الجزء: الثالث، ص:715۔

[13] الونشریسی، احمد بن یحییٰ، ایضاح المسالک، متحدہ عرب امارات، رباط، التراث الاسلامی، طبع اول۔1980، ص: ۲۷۸۔

[14] الجنۃ العلمابریاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ، دار الفکر، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۱۰ھ، ۳:۲۰۹

[15] الاتاسی، محمد خالد، (المتوفی 1879)، شرح المجلۃ، کوئیٹہ پاکستان، مکتبہ اسلامیہ، ۱: ۴۱۵

[16] العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، ۱: ۹۴

[17] ابن حبان , محمد بن حبان بن أحمد بن حبان, الإحسان في تقريب صحيح, مؤسسة الرسالة، بيروتالطبعة: الأولى، 1408ه - 1988, 11: 287: 4920

[18] مجمع الفقہ الاسلامی، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ التاسعۃ، العدد: التاسع، الجزء الثانی، ص:۲۱۸۹

[19] الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر۔ سوریہ۔ دمشق، طبع۔ چہارم، ۵: ۳۶۷۲

[20] العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، ۲: ۷۵۱

[21] الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۵: ۳۶۷۲

[22] الترمذي، محمد بن عيسى (المتوفى: 279ھ) سنن الترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395ھ - 1975م، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عندك، حديث نمبر 1232۔

[23] العجلونی، اسماعیل بن محمد، (المتوفی۔ ۱۱۶۲ھ) کشفالخفاومزیلالالباس، المکتبہ العصریہ، طبع اول۔ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ء، ۲:۱۴۸

[24] العثمانی، محمد شفیع، مسئلہ سود، ادارہ المعارف، کراچی، طبع جدیدہ، ۱۳۹۹ھ ص:۱۵